احتساب کی شرائط: امام غزالی کے افکار کا تجزیاتی مطالعہ

Terms of Accountability: An Analytical Study of Imam Ghazali's Thoughts

Niaz Ahmad

Lecturer, Islamic Studies

Govt. Associate college Makhdoom Rasheed, Multan

Email: niazahmad077@gmail.com

Ambreen Ali

Corresponding Author

Lecturer, Institute of Sufism and Mysticism,

Bahauddin Zakariya University, Multan

Email: ambreensheikh82@gmail.com

Abstract

Amr bi al-Ma'ruf wa Nahi an al-Munkar is a well known terminology in Islamic system. The obligation of Amr bi al-Ma'ruf wa Nahi an al-Munkar is not necessary for a particular time, a particular environment and a particular era, but in its nature it cannot be neglected at any time. Quranic verses and hadiths regarding Amr bi al-Ma'ruf wa Nahi an al-Munkar generally requires that it is important in every era and situation. The Islamic jurists, while proving its necessity, have also explained the conditions of implementations of Amr bi al-Ma'ruf wa Nahi an al-Munkar. Some jurists have agreed on these terms and others have disagreed on some of them. Imam al-Ghazali has described a total of five conditions for it in Ahya' Ulum al-Din. These conditions have been described by Imam Ghazali for accountability, and Nahi-an-ul-Mankar is also commonly referred to as the word of accountability. Accountability includes both commandments and prohibitions, but accountability is not total, but is a part of the comprehensive term of commandment of good and forbidding evil doing. This paper mainly discusses the thoughts of Imam Ghazali on Al- hasba fil Islam described as the concept of accountability in Islam .

Keywords: Accountability, Amr bi al-Ma'ruf wa Nahi an al-Munkar, Ghazali

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا انجام دنیا کسی خاص وقت، کسی خاص ماحول اور کسی خاص عہد کے لیے ضروری نہیں بلکہ اس کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے کسی بھی وقت غفلت نہیں برتی جاسکتی۔ امام غزالی فرماتے ہیں: "عموم الامر بالمعروف والنہی عن المنکر تقتضی الوجوب بکل حال" "امر بالمعروف و نہی عن المنکر (سے متعلق آیات و احادیث) کا عموم ہر حال میں اس کے واجب ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔" فقہاء کرام نے اس کے وجوب کو ثابت کرتے ہوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی شرائط بھی بیان کی ہیں۔ ان شرائط میں بعض فقہاء کا اتفاق ہے اور کچھ شرائط میں بعض نے اختلاف کیا ہے۔ امام غزالی نے احیاء علوم الدین

میں اس کی گُل پانچ شرطیں بیان کی ہیں۔ 1- تکلیف یعنی آدمی کا شرعی طور پر مکلف ہونا، 2- ایمان، 3- عدالت، 4- حکومت کی اجازت اور 5- قدرت۔ امام غزالی نے بطور شرط حکومت کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ صرف حاکم وقت کی اجازت کا ذکر کیا ہے۔ لیکن واضح ہے کہ حکومت کی اجازت سے اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر صحیح ہے تو خود حکومت کے لیے اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ بعض فقہاء نے حکومت کو بھی شرط لازم کے طور پر ذکر کیا ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا پہلو احتساب کے لفظ میں غالب نظر آتا ہے۔ عرف عام میں بھی نہی عن المنکر کو احتساب کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ امام غزالی احتساب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ہی عبارة شاملة للامر بالمعروف والنهي عن المنكر"²

"وہ (احتساب) ایک ایسے کام سے عبارت ہے جس میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوتا ہے۔" اس میں کوئی شک نہیں کہ احتساب میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر دونوں شامل ہیں لیکن احتساب کل نہیں ہے بلکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جامع و وسیع اصطلاح کا ایک شعبہ ہے۔ احتساب امت کی داخلی اصلاح یعنی نہی عن المنکر کا عنوان ہے جبکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں امت کی اصلاح کے ساتھ دعوت و تبلیغ اور جہاد و سیاست بھی شامل ہیں۔ اس لیے ان شرائط کو نہی عن المنکر کے ضمن میں بیان کیا جا رہا ہے۔

1- مکلف ہونا:

جس شخص کو کسی نیکی کا حکم دیا جائے گا اور برائی سے منع کیا جائے گا اس کا مکلف ہونا ضروری ہے۔ ایسی صورتیں جن میں کسی شخص پر شرعی احکام لاگو نہیں ہوتے ان صورتوں میں نہی عن المنکر کا انجام دینا ضروری نہیں ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں اس کا فائدہ ظاہر نہیں ہوگا۔

2- ایمان

یہ بات ہر خاص و عام کے لیے واضح ہے کہ یہ کام مومن ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ کافر نہ تو معروفات کا حکم دینے کا اہل ہے اور نہ ہی منہیات کو روکنے کا حق رکھتا ہے۔ اس شرط کی وجہ امام غزالی نے یہ بیان فرمائی ہے:

"هذا النصر للدين فكيف يكون من اهله من هو جاحد لاصل الدين"³

"یہ دین کی نصرت ہے پس اس کام کا اہل وہ شخص کیسے ہو سکتا ہے جو اصل دین ہی کا منکر اور نا فرمانی کرنے والا ہو۔"

معروف و منکر میں پوری شریعت شامل ہے۔ اگر کسی غیر مسلم پر اس کو واجب قرار دیا جائے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لازماً وہی عقیدہ اختیار کرے جو معروفات اور منکرات کے بارے میں ایک مسلمان کا عقیدہ ہے جبکہ وہ

اس عقیدہ کے منکر ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ احتساب کرنے والا مومن ہو اور شریعت نے اسے مکلف بنایا ہو۔

3۔ عدالت

قواعد اسلامی کا انعقاد عدل پر مبنی ہے۔ ظلم فطرت سلیمہ کے خلاف ہے اور اللہ رب العالمین کو یہ سخت ناپسند ہے کیونکہ اس سے اسلامی معاشرہ میں فتنہ و فساد کا دور دورہ ہوتا ہے۔ قول و فعل میں مطابقت عدالت کی اولین شرط ہے اور قول و فعل میں تضاد منافقت کا دوسرا نام ہے۔ قرآن و حدیث میں ان لوگوں پر سخت تنقید کی گئی ہے جو دوسروں کو توبہ کی دعوت دیتے ہیں مگر خود اس سے عاری ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اتَّامِرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ"⁴ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔"

اسی طرح مزید ارشاد ہوتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا الْمَآئِمَّةُ تَقُولُونَ آمَا لَا تَفْعَلُونَ - كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ"⁵

"اے مومنو! تم ایسی باتیں دوسروں سے کیوں کہتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے۔ اللہ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم کہو وہ جس پر خود عمل نہ کرو۔"

اسی طرح احادیث میں بھی داعظین بے عمل کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"مررت ليلة اسرى بقوم تفرض شفاهم بمقاريض من النار فقلت من انتم"

قالوا اكنانا مريبا بالمعروف ولا ناتيهمون نهى عن الشر وناتيه"⁶

"میں شب معراج میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم ایسے لوگ ہیں جو دوسروں کو نیکی کی ترغیب دیتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو برائی سے روکتے تھے لیکن خود برے کام کرتے تھے۔"

عقلی طور پر بھی کسی بے عمل کا دوسروں کو عمل کی تبلیغ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اصلاح نفس دوسروں کی اصلاح پر مقدم ہے۔ اصل کی موجودگی ہی فرع کی موجودگی کا باعث ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام انجام دینے والے کے لیے جو لوگ تقویٰ اور نیکی کو شرط قرار دیتے ہیں ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک ہونا چاہیے، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ کم از کم وہ فرائض ادا کرتا ہو اور کبائر سے بچتا ہو۔

امام غزالی اس پر بھی تنقید کرتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ جب ایک شرابی جہاد میں حصہ لے سکتا ہے اور لیتا رہا ہے اور زانی قتل سے منع کر سکتا ہے تو یہ شرط فضول ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ گناہ سے خود باز رہنا ایک الگ چیز

ہے اور دوسروں کو گناہ سے منع کرنا دوسری چیز۔ ان دونوں کو ایک ساتھ جوڑ دینا صحیح نہیں ہے۔
"يجب على الانتهاز والنهي فمن اين يلزمى من العصيان باحدهما ان اعصى

الله تعالى بالثاني واذا كان النهي واجبا على فمن اين يسقط وجوبه باقد امي"⁷

"گناہوں سے خود رکنا اور دوسروں کو روکنا دونوں مجھ پر واجب ہیں۔ ان میں سے ایک کی نافرمانی سے مجھ پر یہ کہاں لازم آتا ہے کہ دوسرے معاملہ میں بھی خدا کی نافرمانی کروں۔ منکر سے منع کرنا جب مجھ پر واجب ہے تو اس کا وجوب منکر کے ارتکاب سے کیسے ساقط ہو جائے گا۔"

یہ بات صرف زبانی نصیحت کے سلسلے میں ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ایک شکل یہ ہے کہ آدمی قوت و طاقت کے ذریعے معروف کو قائم کرے اور منکر کو مٹائے۔ اس کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ آدمی نیک اور متقی ہی ہو۔ اگر کسی غلط کار اور فاسق کو قوت حاصل ہے تو اسے اپنی قوت کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

"اما الحسبة القهرية فلا يشترط فيها ذلك فلاحرج على الفاسق في اراقة

الخمور وكسر الملاهي وغيرها اذ قدر"⁸

"طاقت کے ذریعے احتساب تو اس میں یہ تقویٰ اور نیکی شرط نہیں۔ فاسق کے لیے اس میں

کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ شراب کو بہا دے اور آلاتِ لہو کو توڑ دے اگر وہ اس پر قادر ہو۔"

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے جن لوگوں نے نیکی اور تقویٰ کو شرط قرار دیا ہے انہوں نے قرآن

کی مذکورہ بالا دو آیتوں سے استدلال کیا ہے۔ امام غزالی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اما الآيات التي استدلو بها فهو انكار عليهم من حيث تركهم المعروف لا

من حيث امرهم ولكننا مرهم دل على قوة علمهم وعقاب العالم اشد لانه لا

عزله مع قوة علمه"⁹

"جن آیات سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے۔ ان میں بے عمل انسانوں پر اس پہلو سے

تفقید ہے کہ انہوں نے معروف پر عمل کر ترک کر دیا، اس پہلو سے نہیں کہ انہوں نے امر

بالمعروف کا فرض انجام دیا۔ معروف کا حکم دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کو علم کی

قوت حاصل ہے، لیکن اس کے باوجود جب انہوں نے عمل نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ عالم کے

لیے عذاب زیادہ سخت ہے کیونکہ قوت علم کی وجہ سے اس کے پاس کوئی عذر نہیں رہا۔"

اس سلسلے میں حضرت سعید بن جبیر نے بہت ہی حقیقت پسندانہ بات کی ہے۔ فرماتے ہیں:

"لو كان المرء لا يامر بالمعروف ولا ينهى عن المنكر حتى لا يكون فيه شئ ما
امراحد بمعروف ولا ينهى عن منكر"

"اگر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے یہ شرط ہے کہ انسان کے اندر کوئی خرابی نہ ہو تو کوئی
بھی شخص نہ معروف کا حکم دے سکتا ہے اور نہ منکر سے منع کر سکتا ہے۔"

امام مالک نے یہ بات سنی تو فرمایا: "صدق من ذالذی لیس فیہ شئ" "سعید بن جبیر نے سچ کہا کہ
کون ایسا شخص ہے جس کے اندر کوئی نقص نہ ہو۔" یہ تو اس مسئلہ کا قانونی پہلو ہے لیکن جہاں تک اس بات کا تعلق ہے
کہ آدمی کے قول و عمل میں مطابقت ہونی چاہیے۔ اس کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

"ذهب بعضهم الى ان مرتكب المعاصي لا ينهى غيره وهذا ضعيف ----
والصحيح ان العامي امر بالمعروف وان لم ينفعه و ينهى عن المنكر ان
ارتكبه --- لكن بوالحالة هذه مذموم على تركه الطاعة وفعاله المعصية
لعلمه بها ومخالفته على بصيرة فانه ليس من يعلم كمن لا يعلم"¹⁰

"بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ معاصی کا ارتکاب کرنے والا دوسروں کو منع نہیں کر سکتا
لیکن یہ رائے کمزور ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ علم رکھنے والا معروف کا حکم بھی دے گا اگرچہ وہ
اس پر عمل نہ کرے اور منکر سے منع بھی کرے گا اگرچہ اس کا ارتکاب کرے۔ لیکن اس کی
یہ حالت یقیناً قابل مذمت ہے کیونکہ اس نے جانتے بوجھتے اطاعت نہیں کی اور معصیت کا
ارتکاب کیا اور بصیرت کے باوجود مخالفت کا رویہ اختیار کیا۔ ظاہر ہے جو شخص جانتا ہے وہ اس
کی مانند نہیں ہے جو نہیں جانتا۔"

دوسروں کو دین کی تبلیغ کرنا اور اپنے عمل سے اس کی مخالفت کرنے سے دین کا وقار مجروح ہوتا
ہے۔ حضرت شعیبؑ خدا کے پیغمبر تھے اور خدا کا دین انسانوں تک پہنچا رہے تھے۔ اس کی اہمیت کا اظہار اس طرح
کرتے ہیں کہ جن معاصی سے تمہیں باز رہنے کی تبلیغ کرتا ہوں خود ان سے آلودہ نہیں ہوں کہ تم میری باتوں کو واعظ
بے عمل کی نصیحت سمجھ کر نظر انداز کر دو۔

"وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَمْلِكُمْ إِلَىٰ مَا أَهْلَكُمْ عَنْهُ إِنَّ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ"¹¹

"اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے میں تم کو منع کر رہا ہوں خود ان کی مخالفت کروں۔
میں تو اپنی طاقت کی حد تک صرف اصلاح چاہتا ہوں۔"

رسول اکرم ﷺ واعظ بے عمل کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور وہ اسی میں گھوم رہا ہو گا اسے دیکھ کر جہنم کے دوسرے لوگ پوچھیں گے۔ "الست كنت تامر بالمعروف وتنهى

عن المنكر، انى كنت امر بالمعروف ولا افعله و انهى عن المنكر ولا افعله"¹²

"کیا تو معروف کا حکم نہیں دیتا تھا اور منکر سے منع نہیں کرتا تھا تو پھر تو یہاں کیسے نظر آ رہا ہے؟ وہ جواب دے گا ہاں بلاشبہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا تھا مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔"

4۔ حکومت کی اجازت

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے تیسری شرط حکومت کی اجازت حاصل ہونا ہے۔ بعض لوگوں مطابق احتساب کا حق صرف حکومت کو حاصل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ احتساب کی نوعیت ایسی ہے کہ بعض اوقات اس میں طاقت کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ یہ صرف حکام کا فرض ہے اور اس کی ذمہ داری عام عوام پر نہیں ہے۔ یہ ان آیات اور واضح احادیث کے خلاف ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ برائی کو دیکھنے کے باوجود سکوت اختیار کیا تو وہ گناہگار ہو گا۔ اسی طرح یہ ان احادیث کے خلاف بھی ہے جن میں جابر فرمانرواؤں کے خلاف حق و انصاف کے اظہار کی تعریف کی گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر"¹³ "سب سے زیادہ فضیلت والا جہاد ظالم حکمران کے سامنے انصاف کا کلمہ کہنا ہے۔"

امام نووی فرماتے ہیں:

"قال العلماء لا يختص الامر بالمعروف والنهي عن المنكر باصحاب الولايات بل ذلك ثابت لا حاد المسلمين قال امام الحرمين والدليل عليه اجماع المسلمين فان غير الولاية في الصدر الاول والعصرالذي يليه كانوا يأمرون الولاية بالمعروف وينهونهم عن المنكر تقرير المسلمين اياهم وترك توبيخهم على التسناغلب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر من غير ولاية"¹⁴

"علماء نے کہا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر حکام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ حکم مسلمانوں کے عام افراد کے لیے بھی ثابت ہے۔ امام الحرمین فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل مسلمانوں کا اجماع ہے کیونکہ دور اول اور اس سے قریب کے زمانے میں وہ لوگ جو اصحاب اقتدار نہیں تھے حاکموں کو معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے تھے۔ ان کے اس عمل

پر عام مسلمان خاموش رہے اور کسی نے اس بات پر انہیں سخت سست نہیں کہا کہ وہ بغیر حکومت کے حاکموں کو معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں۔"

سورہ حج میں اہل ایمان کی صفت بیان کی گئی ہے کہ "اگر ان کو زمین میں اقتدار عطا کیا جائے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے۔" یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر حاکم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سورۃ حج کی اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"الانها ليست على الوالى وحده ولكن على الوالى والمولى عليه"¹⁵

"سن لو! یہ صرف حاکم ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ حاکم اور محکوم دونوں کے لیے ہے۔"

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے حاکم وقت کی اجازت کے پیش نظر دراصل اس کام کو منظم کرنا ہے کہ اگر ہر شخص کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اجازت دے دی جائے تو اس میں کوئی ترتیب و تنظیم باقی نہیں رہ سکتی بلکہ بگاڑ کا بھی اندیشہ ہے۔ امام غزالی گواہی اس شرط کے مخالف ہیں لیکن فرماتے ہیں کہ اس شرط کے حق میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ:

"ربما ينتدب لها من ليس اهلا لها لقصور معرفتها و قصور ديناته فيؤدى

ذالك الى وجه من الخلل"

"بسا اوقات احتساب کا فرض ایسا شخص بھی انجام دینے لگتا ہے جو اپنے علم اور دیانت و تقویٰ

کی کمی وجہ سے اس کا اہل نہیں ہوتا اور یہ چیز بہت سی خرابیوں کو سبب بن جاتی ہے۔"

قرآن و حدیث میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق جو ہدایات ہیں وہ بالکل عام ہیں۔ اس لیے علماء

نے اس شرط کو غیر ضروری قرار دیا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

"هذا الاشراف فاسد فان الايات والاخبار التي اوردناها تدل على ان كل من راى

منكر افسكت عليه عصيا ذيجب عليه اينما راه وكيف ماراه على العموم

فالتخصيص بشرط التفويض من الامامت حكم لا اصل له"¹⁶

"یہ شرط فاسد ہے کیونکہ اس باب میں جو آیات و احادیث ہم نے نقل کی ہیں وہ بالکل عام انداز میں

اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص کسی منکر کو دیکھے اور خاموش ہو جائے تو اس نے خدا کی نافرمانی کی۔

کیونکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ جہاں کہیں اور جس حالت میں منکر کو دیکھے روک

دے۔ پس اس حکم عام میں اس شرط کے ذریعہ تخصیص کرنے کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔"

وہ احادیث جن میں حکام کے جوہر و ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی تعریف کی گئی ہے۔ امام غزالی ان احادیث کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں:

"اذا اجاز الحکم علی الامام علی مراغمته فکیف یحتاج الی اذن الامام۔۔۔۔
یحتاج الی اذنه"¹⁷

"جب خود امام کے علی الرغم اس پر حق کا اظہار جائز ہے تو وہ امام کی اجازت کا کیسے محتاج ہو گا۔ سلف کا رویہ کہ وہ حکام کے خلاف احتساب کرتے رہے ہیں، اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اس کام پر حکام کی طرف سے مامور کیے جانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ امر بالمعروف پر حاکم خوش ہے تو اچھی بات ہے ورنہ معروف پر اس کا ناخوش ہونا خود ایک منکر ہے جس پر تنقید ضروری ہے تو پھر یہ کام اس کی اجازت کا کیسے محتاج ہو گا۔"

حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ تو مسلمان حاکموں کا مخصوص کام ہے اور نہ اس کے لیے ان کی اجازت کی ضرورت ہے بلکہ یہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جب بھی وہ اس فرض کا انجام دینے کی حیثیت میں ہو اسے یہ فرض انجام دینا چاہیے۔

5۔ استطاعت

احتساب کی شرائط میں استطاعت و قدرت بہت اہمیت کی حامل ہے۔ جو شخص امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی قدرت رکھتا ہو اسی پر یہ امر واجب ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اذا نهیتکم عن شئیء فاجتنبوه واذا امرتکم بأمر فأتوا منه ما استطعتم"¹⁸
"جب میں تمہیں کسی بات سے منع کروں تو اس سے رک جاؤ اور جب کسی بات کا حکم دوں تو اس پر اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرو۔"

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من رای منکر افلیغیره بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبه و ذالک اضعف الایمان"¹⁹

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان پر تغیر منکر بذریعہ قوت اس وقت ضروری ہے جب کہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو ورنہ فرض یہ ہے کہ برائی کے خلاف اپنی آواز اٹھائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اس کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ منکرات سے نفرت کرے اور دل سے اس کو برجانے۔ عدم قدرت کی مختلف صورتیں درج ذیل ہیں:

عجز حسی:

عدم قدرت کی پہلی شکل جسے فقہاء نے عجز حسی سے تعبیر کیا، یہ ہے کہ آدمی جسمانی طور پر اس قدر کمزور اور بے بس ہو کہ معروف کو قائم کر سکے اور نہ منکر کو مٹا سکے تو اس پر یہ ذمہ داری ساقط ہو جائے گی اور صرف دل سے احتساب کی ذمہ داری عائد ہوگی۔

عدم علم:

عدم قدرت اور عجز کی ایک شکل عدم علم بھی ہے جو شخص معروف و منکر سے ناواقف ہے اس پر بھی اس فرض کی ادائیگی ساقط ہو جائے گی۔ معروف و منکر کی حدود بہت وسیع ہیں۔ اس میں دین کی ایسی تعلیمات بھی شامل ہیں جن کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اور ایسے امور بھی اس میں شامل ہیں جن کے سمجھنے کے لیے علم و بصیرت اور مجتہدانہ صلاحیت درکار ہے۔ جو شخص جس حد تک واقف ہے اس کو اسی حد تک اس کا حکم دینا اور منع کرنا ضروری ہے۔ اس میں علماء کرام کی رائے یہی ہے کہ ایسا حکم شرعی جسے ہر خاص و عام جان سکتا ہے اس میں معروف و منکر کی حدود قائم کرنے کا حکم عام ہے۔ جبکہ اجتہادی امور میں عوام کو معروف کا حکم دینے اور منکر سے منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ اس میں معاملہ اہل اجتہاد کے سپرد ہے۔ امام غزالی نے صراحت کی ہے کہ: "العام یبغی لہ ان لا یحتسب الا فی الجلیات المعلومة"²⁰ عام آدمی کو صرف ان امور میں احتساب کرنا چاہیے جو بہت واضح اور معلوم ہیں۔"

خوف ضرر

عدم قدرت کی ایک شکل یہ ہے کہ فریضہ امر و نہی کے ادا کرنے میں آدمی اپنے لیے خطرہ محسوس کرے۔ اس صورت میں بھی اس فرض کی ادائیگی ساقط ہو جائے گی۔ عاجز کے لیے منکر پر نکیر ضروری نہیں ہے مگر اتنا ہے کہ دل میں برائی محسوس کرے اور چہرے پر ناگواری ضرور لائے۔ ایسی صورت میں چار احوال ہیں:

۱۔ ایسی صورت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرے جب اس بات کا اسے وثوق ہو کہ اس کی نصیحت و احتساب فائدہ نہ دے گا البتہ استجاب کی صورت باقی رہے گی۔ امام غزالی فرماتے ہیں:

"ان یعلم انه لا یفید انکاره لکنه لا یخاف مکروها ولا تجب علیہ الحسبہ لعدم

فانذتها ولکن تستحب لظہار شعائر الاسلام وتذکیر الناس بامر الدین"²¹

"محتسب اگر جانتا ہے کہ اُس کا احتساب غیر مفید ہے لیکن اس کو کسی تکلیف پہنچنے کا ڈر نہیں ہے تو اس کے لیے احتساب ضروری نہیں ہے کیونکہ اس کی کوئی افادیت نہیں ہے۔ البتہ شعائر

اسلام کے اظہار اور لوگوں کو امور دین کی تذکیر کی غرض سے یہ مستحب اور پسندیدہ ہے۔"

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے تکلیف دی جائے گی جسے ہم خوف ضرر بھی کہتے ہیں۔ اس صورت میں بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرے بلکہ منکرات پر دل میں برائی محسوس کرے۔

۳۔ تیسری صورت میں یہ فرض اُس وقت ساقط ہوتا ہے جبکہ برائی کی جگہ موجود ہو مگر منکرات کو روکنے پر قادر نہ ہو بلکہ ان میں ملوث ہونے کا خطرہ ہو تو پھر پُر امن جگہ کی طرف چلا جانا چاہئے تاکہ اندیشہ گناہ سے بھی حتی الوسع محترز رہے۔

۴۔ ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جو شخص یہ فرض انجام دے رہا ہے اس کو تو کسی نقصان کا خطرہ نہ ہو البتہ اس کے عزیز و قارب اور احباب کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر یہ اندیشہ جانی یا مالی ہے تو اسے احتساب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جس طرح منکر پر خاموش رہنا ممنوع ہے اس طرح کسی مسلمان کو تکلیف دینا بھی ممنوع ہے۔ لیکن اگر اس سے ان کی جان و مال کو تو خطرہ نہ ہو البتہ بدزبانی اور بدکلامی کا امکان ہو تو دیکھا جائے گا منکر کس درجے کا ہے اور بدکلامی سے پہنچنے والی تکلیف کی مقدار کیا ہے۔ پھر اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔

اس سلسلے میں اس بات کی وضاحت لازم ہے کہ ناگواری و ملامت ضرر میں شامل نہیں ہے۔ دوسروں کی بے جا تنقید سے بے نیاز ہو کر اس فریضہ کو انجام دینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اُس کی اطاعت میں ملامت گروں کی ملامت سے نہیں۔ قرآن نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: "يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ"²² "وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔" حافظ ابن کثیر اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

"وہ خدا کی اطاعت کرتے ہیں اس کی حدود قائم کرتے ہیں اس کے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں، معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں۔ اس حالت سے اُن کو نہ کوئی پھیرنے والا پھیرتا ہے اور نہ کوئی روکنے والا روکتا ہے اور نہ اس پر کسی ملامت گر کی ملامت اثر انداز ہوتی ہے اور نہ ہی کسی غصہ کرنے والا کا غصہ۔"²³

اس بات پر اجماع ہے کہ تغیر منکر ہر اس شخص پر واجب ہے جو اس کی قدرت رکھتا ہو جبکہ منکر کی تغیر سے اس کو صرف ملامت کا خوف لاحق ہو جو تکلیف کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ اس سلسلے میں امام غزالی فرماتے ہیں:

"ولو تركت الحسبه بلوم لائم اوباغتياب فاسق او شتمه او تعنيفه او سقوط المنزلة عن قلبه او قلبت امثاله لم يكن للحسبه وجب اضلاذ لا تنفك الحسبه عنه"²⁴

"کسی ملامت گر کی ملامت یا کسی فاسق کی غیبت یا سب و شتم یا درشت کلامی یا اس جیسے دوسرے افراد کے دل سے اپنے مرتبے کا گر جانا یہ سب ایسی چیزیں ہیں کہ اگر ان کی وجہ سے احتساب چھوڑ دیا جائے تو کبھی احتساب واجب ہی نہ ہو گا۔ کیونکہ احتساب اس سے جدا نہیں ہوتا۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر صحیح معنی میں خوف ضرر ہے تو احتساب کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ اگر کوئی شخص ہر طرح کے خوف سے بے نیاز ہو کر امر و نہی کا فرض انجام دے تو وہ کسی غلطی کا مرتکب ہو گا۔ جان و مال کے خوف سے اس فریضہ کو چھوڑ دینا محض ایک اجازت ہے جو شریعت نے کمزور ایمان والوں کو دی ہے۔ عزیمت کی راہ یہ ہے کہ آدمی اپنا سب کچھ کھودے مگر خدا کے دین کو قائم کرنے اور حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے سے باز نہ آئے۔ اس سلسلے میں اس حدیث کا بیان ضروری ہے جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں۔ آپ نے حضور ﷺ سے روایت کی کہ:

"انه قصيب امتي في اخر الزمان من سلطانهم شداوند لا ينجو منه الا رجل عرف دين الله فجاهد علمه بلسانه ويهد بهو قلبه فذالك الذي سبقت له بالسوا بقور رجل عرف دين الله فصدق به رجل عرف دين الله فسكت عليه فان راى من يعمل الخير احبه على وانراى من يعمل بباطل ابغضه عليه فذالك الذين جو على ابطاله كله"²⁵

"یقیناً آخری زمانہ میں میری امت کو ان کے بادشاہوں کی جانب سے سختیاں لاحق ہوں گی۔ اس سے وہی شخص نجات پائے گا جس نے خدا کے دین کو پہچانا اور اس کے لیے اپنی زبان اور اپنے ہاتھ سے جہاد کیا۔ پس یہی وہ شخص ہے جس کے لیے خدا کی رحمت اور دین و آخرت کی سعادت آگے بڑھے گی۔ اس کے بعد مرتبے کے لحاظ سے وہ شخص ہے جس نے خدا کے دین کو پہچانا اور اپنے دل و زبان سے اس کی تصدیق کی پھر اس کے بعد وہ شخص جس نے خدا کے دین کو پہچانا اور اس سلسلے میں خاموش رہا۔ وہ کسی کو نیک کام کرتے دیکھتا ہے تو اس کی وجہ سے اس سے محبت کرتا ہے اور اگر کسی کو باطل کا ارتکاب کرتے دیکھتا ہے تو اس کی بنا پر اس سے

نفرت کرتا ہے تو یہ بھی نجات پائے گا کیونکہ اس نے بھلائی سے محبت اور باطل سے دشمنی کو اپنے سینے میں چھپائے رکھا۔"

اظہارِ حق کے لیے دین سے بے پناہ محبت اور خلوص کے ساتھ ساتھ عدم و ہمت کی بھی ضرورت ہے۔ اربابِ عزیمت اور اصحابِ اخلاص کا مقام خدا کے نزدیک سب سے اونچا ہے۔ یہ امت جس کو خدا نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ذمہ داری سونپی ہے، حق گوئی و بے باکی کی شاندار تاریخ رکھتی ہے۔ اگر کسی بھی دور میں یہ امت پوری کی پوری حق کی گواہی اور اس کے لیے قربانی کے جذبے سے خالی ہو جائے تو وہ اس کے لیے انتہائی زوال اور پستی کا موجب ہو گا۔

عدم تجسس

شریعت نے تجسس سے منع کیا ہے۔ اس لیے کسی کی برائیوں کی ٹوہ میں رہنا صحیح نہیں ہے۔ قرآن میں ہے:

"وَلَا تَجَسَّسُوا"²⁶ ایک دوسرے کے بھید کو نہ ٹٹولو۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "انک ان اتبع

عورات الناس افسدتهم"²⁷ اگر تم لوگوں کے عیوب کا پیچھا کرو گے تو ان کو خراب کر دو گے۔"

منکر پر گرفت کا حق کسی کو اس وقت حاصل ہوتا ہے، جب کہ کوئی شخص کھلم کھلا برائی کا ارتکاب کر رہا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا گیا کہ فلاں شخص کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے تو انہوں نے جواب دیا: "ان قد نہیناعن التجسس ولكن ان يطهر لنا شئناخذ به"²⁸ ہم کو تجسس سے منع کیا گیا ہے ہاں اگر کوئی شخص ہمارے سامنے گناہ کا، اظہار کرے تو ہم اس پر گرفت کریں گے۔"

شریعت کا حکم ہے کہ کسی سے معصیت کا صدور ہو جائے تو اس کا اعلان نہ کرتا پھرے بلکہ اس کو چھپا دے، تاکہ پورے ماحول میں اس کے چرچے نہ ہوں اور برائی جن حدود میں ہے ان سے آگے نہ پھیلے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من اصاب من هذه القذورات شيئا فليستتر بستر الله فانہ من يبدلنا صفحتہ

نقم عليه كتاب الله"²⁹

"جو شخص ان گندگیوں میں سے کسی گندگی میں ملوث ہو جائے تو اللہ نے اس پر جو پردہ ڈال رکھا ہے اسے ڈالے رہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے جرم کو ہمارے سامنے ظاہر کرے گا تو ہم خدا کا قانون اس پر نافذ کریں گے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے جرم کو چھپا رہا ہے وہ شریعت کی ہدایت پر عمل کر رہا ہے اور جو اسے نمایاں کرنے کی فکر میں ہے وہ ایک دوسری برائی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی غرض سے یہ جاننے کی کوشش کرنا کہ لوگوں کی پرائیویٹ صحبتوں میں کیا ہو رہا ہے صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح کسی کی معصیت کی تلاش میں اس کے مکان میں اچانک گھس پڑنا، یا باہر سے تاک جھانک کرنا، یا اس کے ہمسایوں سے معلومات حاصل کرنا غلط ہے۔ کیونکہ اگر فی الواقع کوئی شخص اپنے مکان میں کوئی غلط کام کر بھی رہا ہے تو خدا کے نزدیک اس کے لیے جواب دہ ہو گا۔ جب تک اس کی معصیت گھر کی چہار دیواری میں محصور ہے کسی کو اس سے تعرض کرنے کا حق نہیں ہے۔

امام غزالیؒ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مذکورہ بالا صورت میں گھر میں داخل ہونے اور لہو و لعب کے سامان کو توڑنے اور شراب کے بہا دینے کی اجازت ہے۔ اسی سلسلے میں مزید وہ فرماتے ہیں کہ کسی کے کپڑوں کی تلاشی لینا کہ کہیں اس میں شراب کی بوتل یا گانے بجانے کا سامان تو نہیں ہے، ناجائز ہے خواہ وہ شخص فاسق ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص کھلے بازار میں شراب اس طرح لیے جا رہا ہے کہ پتلا سا کپڑا اس پر پڑا ہوا ہے اور وہ پوشیدہ ہونے کے باوجود نمایاں ہے تو نہی عن المنکر کا فرض انجام دینا چاہیے۔

امام غزالی کے موقف کی ترجیح

اس معاملہ میں امام غزالیؒ ہی کی رائے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کسی کی نجی زندگی میں مداخلت صحیح نہیں ہے لیکن جب کوئی عمل اپنی واضح علامات کے ذریعہ نجی نہ رہے اور عوام کے علم و اطلاع میں آجائے تو اس پر اقدام کرنا ضروری ہے۔ ورنہ تغیر منکر کا فرض پوری طرح ادا نہ ہو سکے گا اور منکرات پرورش پاتے رہیں گے۔

اگر منکر کی نوعیت ایسی ہو کہ بعد میں اس کی تلافی ممکن نہ ہو تو علماء کرام تجسس، چھان بین اور فوری اقدام کی اجازت دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی قابل اعتماد آدمی یہ اطلاع دے کہ ایک شخص زنا کرنے جا رہا ہے یا فلاں آدمی فلاں آدمی کو قتل کے ارادے سے آبادی سے باہر لے جا رہا ہے۔ تو یہ ایسی صورت ہے کہ اس میں غفلت نہیں برتی جاسکتی۔ کیونکہ اس میں زنا، عصمت دری اور خون ناحق کا اندیشہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عدم تجسس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلے کی ایک اہم شرط ہے۔ البتہ بعض ناگزیر حالات میں تجسس کی بھی اجازت ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں: "وقد امرنا ان نستوما مستر الله ونكر على من ابدى لنا صفحته"³⁰ ہمیں یہ حکم دیا

گیا ہے کہ جس چیز کو اللہ نے پوشیدہ رکھا ہے اسے پوشیدہ ہی رکھیں اور جو شخص ہمارے سامنے اپنے جرم کا اظہار کرے اس پر نکیر کریں۔"

اسی سلسلے میں مزید فرماتے ہیں: "معنی التجسس طلب الامارات المعرفة فالامارة المعرفة ان حصلت جاز العمل بمقتضاها فاما طلب الامارة المعرفة فلا رخصة فيه اصلاً"³¹ تجسس کے معنی ہیں علم عطا کرنے والی علامات کی تلاش۔ اگر یہ علامات خود بخود حاصل ہوں اور ان سے منکر کا علم ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔ لیکن ان علامتوں کو تلاش کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔" امام غزالیؒ کے ان الفاظ کو اس باب میں قاعدہ کلیہ کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

¹ غزالی، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 281

² غزالی، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 274

³ غزالی، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 274

⁴ البقرة ۲: ۴۴

⁵ الصف ۳: ۶۱

⁶ خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، ص 438

⁷ غزالی، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 275

⁸ غزالی، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 276

⁹ ایضاً۔

¹⁰ ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، ج 1، ص ۸۵

¹¹ ہود ۱۱: ۸۸

¹² بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الفتن، باب الفتنہ التي تمون کموج البحر

¹³ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر الہی

¹⁴ نووی، محی الدین یحییٰ، شرح مسلم، ج 1، ص 51

¹⁵ ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم (المعروف تفسیر ابن کثیر)، ج 3، ص 226

¹⁶ غزالی، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 281

¹⁷ غزالی، ابوحامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 277، 276

- 18۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ
- 19۔ القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون النهی عن المنکر من الایمان
- 20۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 281
- 21۔ ایضاً، ص 285
- 22۔ المائدہ ۵: ۵۴
- 23۔ ابن کثیر، عماد الدین اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم ج 1، ص 111
- 24۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 286
- 25۔ خطیب تبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الادب، باب فی الامر بالمعروف ونہی عن المنکر
- 26۔ الحجرات ۴۹: ۱۲
- 27۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التجسس
- 28۔ ایضاً
- 29۔ امام مالک، مؤطا امام مالک، کتاب الحدود، باب ماجاء فی من اعترف علی نفسه
- 30۔ غزالی، احیاء علوم الدین، ج 2، ص 285
- 31۔ ایضاً، ص 286